ترقی اور اسلام

قسط ۲

مولانا شمس الحق افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

یہ مقالہ دیہی ترقیاتی اکیڈمی کے سیمنار کے لئے لکھا گیا

دائرۂ تجارت | تجارت کے لئے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ زیادہ سرمایہ ہی سے تجارت شروع کی جائے بلکہ معمولی سرمایہ سے بھی تجارت کی ابتدا کی جا سکتی ہے۔ آج جس قدر بڑے بڑے تاجر نظر آ رہے ہیں ان سب نے اپنی تجارت کا آغاز معمولی سرمایہ ہی سے کیا تھا۔ رفتہ رفتہ انہوں نے ترقی کی اور وہ بڑے تاجر بن گئے ـــــ

دیہات میں بہت معمولی سرمایہ سے مرغی خانہ کھولا جا سکتا ہے۔ اور اس کے ذریعے گھر بیٹھے کافی آمدنی پیدا کی جا سکتی ہے۔ ریشم کے کیڑوں کی پرورش کی جا سکتی ہے۔ مچھلیوں کے تالاب بنائے جا سکتے ہیں۔ نفع بخش ذریعہ معاش کے لئے ان سب طریقوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ گھریلو صنعتوں مثلاً جراب، سوئیٹر، تولیے، کپڑوں پر کشیدہ کاری اور اسی طرح کی دوسری دستکاریوں کو بروئے کار لاکر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کے کام مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی انجام دے سکتے ہیں اور بیکاری بھی دور ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں اکثر اوقات کنبہ میں ایک ہی مرد کماتا ہے اور گھر کے باقی افراد بیکار رہتے ہوئے اسی ایک مرد کی کمائی پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ اس کے برعکس دوسرے ممالک میں گھر کا ہر فرد کماتا ہے جسکی وجہ سے ایک خاندان کی کمائی میں بحیثیت مجموعی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور سب لوگ خوشحال زندگی بسر کرتے ہیں بنابریں ترقی کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے۔ کہ ہر فرد کے لئے اس کے مناسب حال کام مہیا کیا جائے جسکی بدولت پورا خاندان اکتساب رزق میں مصروف ہو۔ اس سلسلے میں وقت کے نئے تجربات اور تازہ معلومات سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح ہماری مادی

ترقی اور خوشحالی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور ہماری آمدنی کا دائرہ وسیع ہو سکتا ہے۔

مالی ترقی کے لئے صرف آمدنی بڑھانا ہی کافی نہیں بلکہ آمد و صرف میں صحیح توازن قائم رکھنا بھی علاوہ بریں ضروری ہے۔ اسلام اور قرآن نے اس سلسلے میں بھی ہماری رہنمائی کی ہے۔ اور ہمیں واضح ہدایات دی ہیں۔ جن کے ذریعے نہ صرف آمد و صرف میں صحیح توازن قائم ہو سکتا ہے۔ بلکہ ناجائز اور غیر ضروری مصارف کے دروازے بند ہو جانے سے کمائی ہوئی رقم کے پس انداز ہونے میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ سے زیادہ اہم اخراجات کو کم کرنا ہے۔ پہلی چیز یعنی آمدنی میں اضافہ غیر اختیاری فعل ہے۔ مگر دوسری چیز یعنی خرچ میں کمی کرنا یہ اپنے اختیار میں ہے۔ اس لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے اخراجات کو حتی الامکان گھٹانے کی کوشش کرے۔

شادی کے اخراجات بیجا اسلام میں بیاہ شادی نہایت سادہ اور کم خرچ معاملہ ہے۔ تاکہ ہر فرد بغیر کسی دقت کے عقد ازدواج کو آسانی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔ اسی سادگی کے پیش نظر اسلام نے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کے الفاظ پر نکاح کا مدار رکھا ہے۔ جس پر کچھ خرچ نہیں آتا۔ البتہ صرف مہر کا بار برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جو ائمہ ثلاثہ (امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک صرف تین درہم یعنی پاکستانی سکہ کے حساب سے صرف بارہ آنے ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک دس درہم یعنی تقریباً اڑھائی روپے پاکستانی سے پورا ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اس صورت میں جبکہ مہر نقد ادا کرنا ہو۔ ورنہ مہر موجل یعنی میعادی مہر کی صورت میں جب بھی شوہر کو استطاعت حاصل ہو۔ اُس وقت یہ رقم ادا کی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں ایک مسلمان کے لئے شادی بیاہ کا فوری خرچ زیادہ سے زیادہ ڈھائی روپے میں پورا ہو سکتا ہے۔ اور اگر اتنی رقم بھی فی الحال موجود نہ ہو تب بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ جب یہ رقم حاصل ہو جائے۔ اس وقت ادا کر دے۔

دعوتِ ولیمہ بھی ایسی ضروری نہیں کہ اس کے بغیر نکاح جائز ہی نہ ہو۔ البتہ اگر مسنون طریقے پر عمل کرنا چاہے۔ تو حسبِ توفیق چند افراد کو سادہ طریقے پر جو کچھ کھلا سکے وہ کافی ہے۔ کسی قسم کے تکلف کی ضرورت نہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جو سب سے بڑی دعوتِ ولیمہ کی وہ صرف ایک بکری کے گوشت کا شوربہ اور روٹی پر مشتمل تھی۔ اس سے زیادہ کچھ تکلف نہ تھا اور حدیث نبوی میں اولم ولو بشاۃ کے ذریعے اسی کی جانب اشارہ بھی ہے۔

اسلامی قانون کو ترک کر کے ہم نے رسم و رواج کی شیطانی راہ اختیار کی اور نام و نمود

ریا، اور شہرت کی غرض سے بیاہ شادی کے اخراجات کو وسیع کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ زیورات ملبوسات، دیگر سازو سامان اور شاہانہ دعوت ولیمہ کے مسرفانہ اخراجات کو لازم سمجھ لیا۔ جس کی وجہ سے صرف ایک شادی کے لوازمات پورا کرنے پر عمر بھر کی کمائی خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اور بعض اوقات زمینیں تک رہن رکھ دیتے ہیں۔ اور سودی یا غیر سودی قرض برداشت کرکے اس شیطانی خرچ کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پھر شادی کے بعد برسوں تک اس قرض کی ادائیگی وبال جان بنی رہتی ہے۔ ان وسیع اخراجات کے لئے رقم کی فراہمی اور پھر اس رقم کی ادائیگی کے بھیانک تصوّر ہی سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور نکاح کا سادہ اور بے خرچ معاملہ ایک وبال جان نظر آتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے بہت سے نوجوان مرد اور عورتیں عرصۂ دراز تک تجرّد کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے معاشرے میں بے شمار اخلاقی اور سماجی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ننگ و ناموس اور عصمت تک خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ عورت جب بالغ ہو جائے، تو بلا تاخیر اس کا نکاح کر دیا جائے۔ تاکہ کسی قسم کے برے نتائج پیدا نہ ہونے پائیں۔ لیکن شیطانی اخراجات کا بار اس مقدس اور پر حکمت حکم کی تعمیل کی راہ میں حائل ہو کر طرح طرح کے مفاسد کا سبب بنتا ہے جسکی وجہ سے ہماری دنیا اور دین دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم کو ذرا بھی احساس نہیں ہو پاتا۔ اور عقل و شعور کے باوجود ہم اپنے معاشرے سے اس ناسور کو دور کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ کیا اس سے زیادہ افسوسناک کوئی حرکت ہو سکتی ہے؟

تعیش کا سامان اسلام نے اسراف کو حرام ٹھہرا کر ہر قسم کے سامان تعیش پر پابندی عائد کر دی۔ تاکہ مسلمانوں کا سرمایہ غیر مفید مصرف سے محفوظ رہ سکے۔ آج کل ہماری زندگی کے ہر شعبے میں ایسے اخراجات کی کثرت نظر آتی ہے، جو عیاشی کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان کا تعلق خوراک، پوشاک، اور ملبوسات سے ہو یا ظروف اور خانگی سامان سے۔ آرائش و زیبائش کی بہت سی غیر ضروری اشیاء کی خریداری کا مقصد دوسروں کے سامنے اپنی عزت، تفوّق اور برتری کا اظہار ہوتا ہے۔ دولت کا نمایاں حصہ مختلف قسم کی منشیات و مسکرات اور سینما بینی میں صرف کر دیا جاتا ہے۔ اشیائے ضروریہ خریدتے وقت ایک کی جگہ دس چیزیں خرید لیتے ہیں۔ اور اسطرح سرمایہ ضائع کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان المبذرين كانوا اخوان الشيطين وكان الشيطن لربه كفورا۔ صرف بیجا کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان خدائی نعمتوں کی بیقدری کرنے والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی: البذاذة من الايمان۔ سادہ زندگی گزارنا ایمان کی

نشانی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ کی زندگی مسلمانوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔ اس سے بہتر نمونہ ممکن نہیں۔ اور اسی سادہ طرز زندگی سے خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔ آج اگر ہم اپنی ضروریات کا اسلامی معیار کے تحت جائزہ لیں۔ تو ہماری بیشتر اشیاء جن پر ہم نے اپنا سرمایہ صرف کیا ہے۔ ضرورت سے زائد ثابت ہوں گی۔ بقول صائبؔ سے

نفس قانع نیست صائب ورنہ اسباب جہاں آنچہ ما در کار داریم اکثرے در کار نیست

ہم قلیل آمدنی کے باوجود اسلامی طرز عمل کو چھوڑ کر یورپ کی نقل اتارتے ہیں۔ جن کے شیطانی اخراجات نے انسانیت کو جہنم کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ امریکہ شراب نوشی پر سالانہ نو ارب پندرہ کروڑ ڈالر خرچ کرتا ہے۔ یورپی دنیا جوئے بازی پر سالانہ ایک سو تیس ارب کی رقم اور سگریٹ نوشی پر ہر سال پچاس ارب باون کروڑ کی رقم خرچ کرتی ہے۔ انگلستان عورتوں کے عطریات پر سالانہ چھ کروڑ اٹھارہ لاکھ پونڈ صرف کرتا ہے۔ برطانیہ کا سالانہ تفریحی خرچ ایک ارب باون کروڑ پونڈ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی یہ وہ خرابیاں ہیں۔ جو انسان کو عقل و خرد سے بیگانہ کر دینے کا موجب بنتی ہیں۔ اُسے دوسروں کی تکالیف کا احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ حالانکہ دنیا کی آبادی کا نصف حصہ فاقہ کشی اور امراض بیماریوں کا شکار ہے۔ اور اقوام متحدہ کی رپورٹ مندرجہ انجام ۱۷ مئی ۱۹۵۳ء کے مطابق دنیا کی یہ نصف آبادی مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ لیکن اس مشاہدے اور حقیقت سے باخبر ہونے کے باوجود ہم اسلام کے سادہ طرز زندگی کو چھوڑ کر یورپی تہذیب کی اس شیطانی روش کو اپنانے کی کوشش میں سب دروز مصروف ہیں۔

ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ | محنت اور مشقت کے ساتھ معاشی ضروریات کے لئے سرمایہ جمع کرنے کے بعد اس کو صرف کرتے وقت اس امر کا جائزہ لینا نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ غیر ضروری امور میں خرچ نہ ہونے پاتے ورنہ وہی سرمایہ جسے نہایت محنت و مشقت سے اکٹھا کیا ہے۔ ضروری امور کی انجام دہی کے لئے بھی باقی نہیں بچے گا۔ مسلمانوں میں عموماً اور خاص طور پر دیہات کے باشندوں میں یہ مرض بڑی طرح پھیلا ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے عزیز سرمایہ کو آپس کی خانہ جنگیوں، رقابتوں اور طرح طرح کی مقدمہ بازی میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ اور اس مسلسل کشمکش باہمی کی وجہ ان کو دین و دنیا کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسی باہمی عداوت اور غیر ضروری مصروفیت کے باعث کسب معاش کے لئے بھی وقت نہیں نکال سکتے۔ اس لئے کہ کسب معاش کے لئے پُرامن اور بے خوف و خطر زندگی کی ضرورت ہوتی ہے جس سے وہ یکسر محروم رہتے ہیں۔ بنا بریں

اگر وہ کسی وقت آسودہ حال ہو بھی جاتے ہیں۔ تو پھر جلد ہی کسی دوسرے فوجداری یا دیوانی مقدمہ میں پھنس کر غریب اور قلاش ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا ہمیں ان اسباب پر غور کرنا چاہیئے۔ جن کے نتیجے میں مقدمہ بازی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور تباہی اور بربادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے ــــ ان اسباب میں سے بنیادی سبب یہ ہے۔ کہ ہم مسلمان اسلامی تعلیم کی روح سے ناواقف ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے سے غفلت برتتے ہیں۔ ورنہ ہم اس حالت کو قطعاً نہ پہنچتے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام کی اجمالی روح امن و سلامتی میں ہے۔ اسی لئے ہمارا دین ایمان کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ اور اسلام کے نام سے بھی معروف ہے۔ ایمان اصل میں امن سے ماخوذ ہے۔ اور اسلام سلامتی سے گویا دین الٰہی ایک مرد مومن و مسلم میں سب سے پہلے امن اور سلامتی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ کہ اس کی زبان، ہاتھ، پاؤں اور دیگر قوتوں سے کسی مسلمان کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔ اور پوری اسلامی دنیا بالخصوص اپنے ہم وطن، ہم قوم اور اپنی بستی والے اس سے پوری طرح امن و سلامتی میں رہیں۔

اسلامی زندگی | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی زندگی کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے تمام مسلمان محفوظ ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے: المؤمن من امنہ الناس علی اموالھم ودمائھم و اعراضھم۔ مومن وہ ہے جس کو سارے لوگ اپنے مال، جان اور عزت میں امانتدار سمجھیں۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے: الدین النصیحۃ للّٰہ ولرسولہ ولکتابہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔ دین اسلام نام ہے پانچ چیزوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا۔ اللہ، رسول، قرآن، مسلمان امیر اور عام مسلمان۔ ان دو حدیثوں ہی پر اگر مسلمان عمل کرنے لگ جائیں۔ تو وہ دنیا میں ایسی منظم اور متحد و متفق قوم بن جائیں گے۔ جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار، کہ کوئی دشمن ان میں رخنہ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔

ان احادیث نبوی پر ایک حد تک غیر مسلم اقوام تو عمل کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ لیکن خود مسلمان ان سے روگرداں ہیں۔ اور نور نبوت کی اس روشنی سے یکسر محروم۔ بقول اقبال مرحوم ؎

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

اور اسی وجہ سے دنیا میں مسلمانوں کی کوئی مستحکم حکومت نظر نہیں آتی۔ چند حکومتیں اور سلطنتیں ہیں بھی تو وہ دشمنان اسلام مسیحی اقوام کے رحم و کرم پر ہیں۔ وہ جب چاہیں مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنے منشار کے مطابق ان کی سلطنت میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ حال ہی میں انڈونیشیا کے مسلمانوں کو آپس کی

خانہ جنگی میں الجھا کر ان کی مضبوط حکومت کے قدم اکھاڑ دیئے۔ اور سلطنت ڈانواں ڈول کر ڈالی۔ اس کے باعث بے انتہا مالی نقصان کے علاوہ دس لاکھ مسلمان قتل ہو گئے۔ اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ دیکھئے کب ختم ہو۔ یہی حال عراق، مصر، شام اور دیگر اسلامی ممالک کا ہے۔ اس پر مستزاد مسلمانوں کی مسلم دشمنی جس کا سلسلہ ایک عرصے سے جاری ہے۔ اب تک ان کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ ان کی اس بے اتفاقی کو دیکھ کر سید جمال الدین افغانی نے قاہرہ میں یہ پر معنیٰ جملہ ارشاد فرمایا تھا : اتفق المسلمون علیٰ ان لا یتفقوا۔ کہ مسلمان دنیا میں صرف ایک چیز پر متفق ہیں۔ وہ یہ کہ وہ متفق نہ ہوں گے۔ یعنی متفق نہ ہونے پر ان کا اتفاق ہے۔ اور کسی چیز پر ان کا اتفاق نہیں۔

اسلام کی تفصیلی ہدایات | ہماری آپس کی عداوت اور مقدمہ بازی کا سب سے بڑا سبب قتل و خون ریزی کی عادت ہے جس کی وجہ سے ہم مفلوک الحالی کا شکار ہیں۔ اور ہر وقت ایک دوسرے کے درپے آزار رہتے ہیں جس سے ہمارا دین اور دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم مسلم کشی کو اپنی بہادری اور کمال سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات اس پر فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے : ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا الیما۔ جو شخص جان بوجھ کر مسلمان کو قصداً قتل کر دے اسکی سزا جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہوگی۔ اور اللہ نے اس کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ دوسری آیت میں ہے : ومن قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیی الناس جمیعا۔ (المائدہ) جو شخص کسی کو قتل کرنے اور فساد کرنے کے بغیر جان سے مار ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔ اور جو کسی مسلمان کی جان بچائے۔ تو اس نے تمام مسلمانوں کی جان بچائی —— اس آیت سے معلوم ہوا کہ قتل محض شخصی جرم نہیں۔ بلکہ ملی اور جماعتی جرم ہے جس سے پوری اسلامی ملت اور جماعت کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس لئے پوری جماعت کا فرض ہے۔ کہ قتل کو روکنے اور قاتل کو اس قابل نفرت کردار کی وجہ سے سزا دینے کی کوشش کرے تاکہ اسلامی معاشرہ قتل و خون ریزی کی لعنت سے محفوظ رہ سکے۔ جرم قتل ایک متعدی مرض ہے۔ اگر اس کو بروقت نہ روکا گیا۔ تو یہ مرض پوری سوسائٹی میں پھیل جاتے گا اور ملت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دے گا۔ اسلام کی نظر میں محض قتل ہی ایک جرم عظیم نہیں۔ بلکہ ترغیب قتل اور اس کے لئے سازش و مشورہ بھی ایک عظیم گناہ ہے۔ مسند احمد کی حدیث ہے : عن رجل من الصحابۃ سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن القاتل والآمر فقال قسمت النار سبعین

جزاؤ فلا آمر تسع دستون دللقاتل جزاؤ۔ ایک صحابی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ سے قاتل اور قتل کا مشورہ دینے والے کے متعلق سوال ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ قتل کی سزا دوزخ کے ستر حصے ہیں۔ انہتر حصے مشورہ دینے والے کے لئے اور ایک حصہ قتل کرنے والے کے لئے ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ و ابوسعیدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ اگر ایک مسلمان کے قتل میں بالفرض آسمان اور زمین کے رہنے والے سب کے سب شریک ہوں۔ تو خدا سب کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ (ترمذی) حدیث کے الفاظ مبارک یہ ہیں: عن ابی هریرة و ابی سعید۔ لو ان اهل السماء والارض اشترکوا فی دم مومن لاکبهم الله فی النار۔ خودکشی کرنے والے کو دوسرے کو قتل کرنے والے شخص سے بھی زیادہ مجرم قرار دیا گیا۔ بخاری وغیرہ میں ہے: عن ابی هریرة مرفوعاً من تردی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم یتردی فیها خالداً مخلداً فیها ابداً۔ ومن تحسی سما فقتل نفسه فسمه فی یده یتحساه فی نار جهنم خالداً مخلداً۔ ومن قتل نفسا بحدیدة فحدیدته فی یده یتوجأ بها فی بطنه فی نار جهنم خالداً مخلداً فیها ابداً للستة الا مالکا۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص اپنے آپ کو اوپر سے گرا کر خودکشی کرے تو اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور اسی طرح ہمیشہ کے لئے وہ خود کو اس میں گراتا رہے گا۔ اسی طرح جو شخص زہر کھا کر خودکشی کرے جہنم میں بھی ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا۔ اور جو شخص کسی خنجر وغیرہ سے خودکشی کرے، تو وہ بھی جہنم میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا۔ اس حدیث سے خودکشی کی تمام شکلیں گناہ قرار پائی ہیں۔ اور دوسرے کو قتل کرنے سے اپنے آپ کو قتل کر دینا زیادہ گناہ ہے۔ خواہ کسی آلہ کے ذریعہ خودکشی کی جائے یا بھوک ہڑتال وغیرہ کے ذریعہ۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ہمارا وجود خالق کائنات کی ملکیت ہے۔ جو ہمیں امانتاً عطا ہوا ہے۔ اور رزق حلال کے ذریعہ اسے قائم رکھ کر اس سے عبادت الٰہی کا سرکاری کام لینا ہے۔ جو ہماری حیات ابدی اور مسرت کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر ہم نے خودکشی کے ذریعے اس کو ختم کر دیا تو اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے کسی شخص کو سرکاری مشین سرکاری کاموں کے لئے دی جائے کہ اس کو درست حالت میں رکھ کر اسے سرکاری کاموں میں استعمال کیا جائے۔ مگر وہ اس سے صحیح کام لینے کی بجائے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ ایسی صورت میں اس پر فرد جرم عائد کر دیا جائے گا۔ یہی معاملہ خودکشی کرنے والے کا ہے۔ کہ اس نے اپنے وجود کی سرکاری مشین کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اس لئے قہر الٰہی کا مستحق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قتل نفس اور قتل غیر کی عظیم معصیت سے نجات دے تاکہ ان کی دنیا اور عاقبت برباد نہ ہو۔

باہمی قتل و قتال نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر ڈالا ہے۔

اسباب قتل | قتل کا سبب اصلی غضب ہے اور اسکی وجہ حسب ذیل امور ہیں۔

۱۔ ظلم مالی ۲۔ ظلم جانی ۳۔ سوء ظن یعنی بدگمانی، غیبت، تکبر، چغلی، غصہ اور کذب۔ یہ امور نہ صرف قتل و قتال کا سبب بنتے ہیں۔ بلکہ مقدمہ بازی بھی انہی وجوہ سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے مسلمانوں کی وحدت، اتفاق، باہمی محبت اور تنظیم ملت کے استحکام کے لئے مسلمانوں کو باہمی منازعات اور مخاصمات کے تمام دروازے بند کر دینے پہ زور دیا۔ تاکہ امن و سکون بحال ہو۔ اور وحدت ملت برقرار رہے۔ اور ملت اسلامیہ کے افراد تزکیہ نفس اور اپنی شخصیت کی تعمیر کر سکیں۔

ظلم مالی | قرآن کا ارشاد ہے، ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔ اور ان کے جھوٹے مقدموں کو حاکموں کے پاس اس غرض سے مت لے جاؤ کہ اس کے ذریعے لوگوں کے مال کا ایک حصہ بطریق گناہ اور ظلم کے کھا جاؤ۔ اور تم کو اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے: یغفر للشھید الا الدین۔ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قرض اور دوسرے کے حق کے ماسوا کہ وہ معاف نہیں ہوتا۔ بخاری میں ابن عمر سے حضور علیہ السلام کی حدیث منقول ہے۔ جو شخص کسی کی زمین بقدر ایک بالشت کے چھین لے، ساتویں زمین تک اس کو دھنسایا جائے گا۔ کل المسلم علی المسلم حرام دمہ وعرضہ ومالہ (بخاری عن ابی ہریرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ مسلمان کی سب چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون، اس کی عزت و آبرو اور اس کا مال۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ اس شخص کو اپنی رحمت سے محروم کر دے جو رشوت دے۔ یا رشوت لے یا رشوت کی دلالی کرے۔ لعن اللہ الراشی والمرتشی والرائش الذی یمشی بینھما۔ اس حدیث کو مسند احمد میں ثوبان سے نقل کیا گیا ہے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یقیناً قبول ہو گی۔ مگر تین قسم کے لوگوں کے لئے حضور علیہ السلام نے بد دعا فرمائی۔ اور رحمت خداوندی سے دوری کے لئے حضورؐ کی بد دعا سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مظالم سے محفوظ رکھے۔ جامع صغیر میں حاکم سے حدیث نقل کی گئی ہے، لعن اللہ من غیر منار الارض او غصبھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بد دعا دیتے ہیں۔ کہ اللہ اس شخص کو اپنی رحمت سے محروم کر کے لعنت میں گرفتار کرے۔ جو زمین کی حد بندی توڑ دے یا پرائی زمین غصب کرے۔

ظلم جاہی | ایسے ظلم کے متعلق جس میں مسلمان کی ہتک عزت اور آبرو ریزی اور توہین ہو قرآن حکیم کا ارشاد ہے: یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیراً منہم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیراً منہن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ہم الظالمون۔ اے ایمان والو! لوگ ایک دوسرے سے ٹھٹھا نہ کریں شاید وہ بہتر ہوں ان سے۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے۔ اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کو برا نام ہے گنہگاری مومن ہونے کے بعد اور جو کوئی توبہ نہ کرے وہی بے انصاف ہے۔

ایک قوم کے افراد میں باہمی فساد اور منازعت ابتداً چھوٹی باتوں سے شروع ہوتی ہے۔ قرآن نے ان چھوٹی باتوں سے منع فرما کر اس دروازے ہی کو بند کر دیا۔ تاکہ مسلم معاشرے کی شیرازہ بندی ہو سکے اور آپس کے لڑائی جھگڑوں کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ اگر مسلمان اسی ایک مذکورہ آیت پر عمل کرنے لگ جائیں۔ تو ان کے باہمی فساد اور خانہ جنگیاں بہت حد تک کم ہو سکتی ہیں۔ خدا سے بڑھ کر مہربان اور ہمدرد اور کون ہو سکتا ہے۔ اس نے ہمارے فائدے کے لئے وہ تمام باتیں بتلا دیں جو اس باہمی خانہ جنگی کے ختم کرنے میں موثر ثابت ہو سکتی ہیں۔ اور جن کی نظیر مذاہب عالم پیش کرنے سے قاصر ہیں۔۔۔ مرض دور کرنے کے لئے اس دوا کے مجرب ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مگر اس کا استعمال تندرستی کے لئے شرط اول ہے۔ استعمال کے بغیر کسی دوا سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح کسی مسلمان کو گالی دینا عظیم گناہ ہے۔ حدیث بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر۔ مسلمان کو گالی دینا بڑا گناہ اور اس سے لڑنا کافروں کا کام ہے۔

ترمذی میں حضرت مغیرہؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ لاتسبوا الاموات فتوذوا الاحیاء یعنی تم کسی کے فوت شدہ آباؤ اجداد کو گالی مت دو کہ اس سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف ہو گی یعنی اگرچہ ان کے مردہ اعزہ مسلمان نہ ہوں۔ جیسے اوائل اسلام میں اکثر ایسا تھا۔ گالی گلوچ کی قبیح عادت دور کرنے کے لئے اسلام نے بے جان چیزوں کو بھی گالی دینا گناہ قرار دیا ہے۔ طبرانی کے معجم اوسط میں حضرت جابرؓ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں: لاتسبوا اللیل والنہار ولا الشمس ولا القمر ولا الریح فانہا رحمۃ لقوم وعذاب لآخرین۔ رات و دن، آفتاب و ماہتاب اور ہوا کو گالی نہ دو۔ یہ چیزیں بعض کے لئے رحمت اور بعض کے لئے عذاب

ہیں۔ یہاں تک کہ قرآنِ حکیم نے کفار کے بتوں کو بھی گالی دینے سے منع فرمایا۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم۔ تم کفار کے بتوں کو گالی یا بُرا بھلا مت کہو ورنہ وہ اللہ کو بغیر علم کے برا بھلا کہنے لگیں گے۔ بخاری میں ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: یسب ابن آدم الدھر وانا الدھر اقلب بیدہ ونھارہ۔ انسان زمانے کو گالی دیتا ہے۔ اور میں زمانہ کو چلانے والا ہوں۔ اسکی رات اور دن کو پلٹتا ہوں جس مذہب اسلام کی یہ ہدایات ہیں۔ آج اس مذہب کے ماننے والوں کا یہ حال ہے کہ دنیا کی تمام اقوام سے زیادہ گالی بکنے والے وہی ہیں۔ اور اسی کی وجہ سے روزانہ ان میں فسادات برپا ہوتے ہیں۔

سوءِ ظن یعنی بدگمانی و غیبت | قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے: یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم۔ یعنی اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں لگانے سے کیونکہ بعض تہمتیں گناہ ہیں۔ اور بھید مت ٹٹولو۔ اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ بھلا خوش لگتا تم میں سے کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو۔ سو تم بُرا جانو گے اس کو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

مسلمانوں کے باہمی فسادات کا ایک بہت بڑا سبب بدگمانی اور تہمت تراشی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی۔ ابوہریرہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک جامع حدیث نقل کی ہے۔ جو اصلاحِ معاشرہ کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ کتب صحاح ستہ میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے: ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا۔ ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخواناً کما امرکم اللہ المسلم اخو المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ وعرضہ ومالہ ان اللہ لاینظر الیٰ اجسادکم ولا الیٰ صورکم واعمالکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم۔ ترجمہ یہ ہے۔ تم بدگمانی سے بچتے رہو۔ بدگمانی بہت جھوٹی بات ہے۔ اور کسی کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈالو۔ اور کسی کا بھید مت ٹٹولو اور کسی مسلمان کا مقابلہ مت کرو۔ اور آپس میں حسد اور بغض نہ رکھو۔ اور مسلمان سے روگردانی مت کرو۔ اور اللہ کے بندے ہو کر آپس میں بھائیوں کی طرح رہو، جیسے اللہ کا حکم ہو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ اللہ تمہاری ظاہری صورت اور جسم اور اعمال کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

تکبر، چغلی اور کذب | آپس کے تمام جھگڑوں کی جڑ تکبر، چغلی اور جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان تینوں چیزوں سے منع فرمایا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے : واللہ لا یحب کل مختال فخور۔ اللہ کو وہ شخص ناپسند ہے جو دل میں اپنے کو دوسرے مسلمان سے اونچا سمجھے یا زبان سے اس پر بڑائی جتلائے۔ صحیح مسلم میں ابن مسعودؓ سے حدیث نقل کی گئی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر۔ وہ شخص عذاب کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو۔ صحیح مسلم ہی کی ایک حدیث ہے۔ لا یدخل الجنۃ قتات۔ بلا عذاب دوزخ، جنت میں نہیں جائے گا۔ وہ شخص جو چغلی کرتا ہو۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ جو شخص جھوٹ بولے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

روحانی ترقی | ہر فعل و عمل کا اصلی محرک اور سرچشمہ روح ہے۔ اگر روح ترقی یافتہ ہو۔ تو اعمال میں قوت پیدا ہوگی، ورنہ اس میں ضعف پیدا رہے گا۔ اسلام نے روحانی ترقی کے لئے تین سلسلے قائم کئے ہیں۔ ۱۔عقائد ۲۔ اخلاق ۳۔عبادات ـــــ عقائد کی بدولت روح کا ربط ذات رب العالمین سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ جو تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے۔ اور اس کے بعد وہ کسی مخلوق کے دباؤ میں آکر نہ تو مرعوب ہوتا ہے۔ اور نہ کسی دشمن کی کثرت اسے خوف میں مبتلا کر سکتی ہے۔ اور نہ کوئی اس کو اس کے مقصد سے ہٹا سکتا ہے۔ اسکی وجہ سے اس کے ارادہ اور عزم میں پوری پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔

اخلاق سے روح میں استقامت اور اعمال میں استحکام پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا دشمن بھی اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود ایک پختہ سیرت اور صاحب کردار و صاحب اخلاق قوم میں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتا۔ اور اسکی صفوں میں انتشار پیدا نہیں کر سکتا۔

عبادات کا تسلسل عقائد اور اخلاقی قوت کی بقاء اور استحکام کا سامان ہے۔ جب عبادات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تو قوم کی اعتقادی اور اخلاقی قوت میں کمزوری پیدا نہیں ہونے پاتی۔ اور نہ کوئی دشمن ایسی قوم کی وحدت میں رخنہ ڈال سکتی ہے۔ ان تینوں امور سے فرد کی تعمیر ہوتی اور ملت کی تنظیم مضبوط ہو جاتی ہے۔ دنیا چونکہ عالم اسباب ہے۔ اس لئے فاعلی قوت کی تکمیل کے بعد آلاتی قوت کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن حکیم نے حکم دیا : واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ یعنی جس حد تک تمہارے بس میں ہو۔ پوری قوت اور پلے ہوئے گھوڑے فراہم کرو۔ جس سے تم اپنے اور اللہ کے تمام دشمنوں کو مرعوب کر سکو۔ اس آیت میں ایک عالمگیر لفظ قوت کا استعمال کیا گیا ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ مسلمانوں پر اپنی استطاعت کے دائرے

میں ان تمام آلات اور اسباب کی فراہمی فرض ہے جس سے وہ دشمن پر غالب آسکتے ہوں۔ اور اس کو مرعوب کر سکتے ہوں۔ اس میں آلات حرب، اسباب زراعت، سامانِ صحت، ذرائع مواصلات کی اتنی مقدار میں تیاری فرض ہوگئی۔ جو تمام دشمنوں کو مرعوب کر سکے۔ آلات حرب میں بندوق سے لیکر ہائیڈروجن بم تک اور بری، بحری اور ہوائی بیڑے کے تمام وسائل داخل ہیں۔ اگر اس میں ہم نے معمولی سی کوتاہی بھی کی۔ تو یہ از روئے قرآن جرم اور حکم الٰہی کی نافرمانی ہوگی۔ یہ حکم چودہ سو برس سے قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ ہم نے تو اس پر عمل نہیں کیا، مگر مسیحی اقوام نے جن کی انجیل میں یہ تحریر تھا کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دو۔ اور کوئی تم سے کرتا چھینے، تو تم چوغا بھی دے دو۔ اس قوم نے اپنے مذہب کو ترک کر کے قرآنی ہدایات پر عمل کیا۔ اور آلات حرب اور سامان قوت میں اتنی ترقی کی کہ اب وہی اقوام ترقی یافتہ شمار ہوتی ہیں۔

ترقی سے ہماری محرومی اور ہمارا یہ زوال ترکِ اسلام کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اسلام اور ترقی تو لازم و ملزوم ہیں۔ جیسے آگ اور گرمی کا وجود۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ تم سب قوموں پر غالب رہوگے۔ اگر کامل مومن رہوگے۔ اسلام کی گذشتہ تاریخ قرآن کے اس فرمان کی صداقت کی دلیل ہے۔ کہ مسلمانوں کی مختلف اقوام سے ٹکر ہوئی۔ اور مسلمان سامانِ حرب اور تعداد میں ان سے کم ہونے کے باوجود ہمیشہ فتح پاتے رہے۔ اس آیت کے مطابق تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ تمام جدید آلات میں اتنی ترقی کریں۔ کہ اگر مسیحی اقوام سے سبقت نہ لے جاسکیں۔ تو کم از کم ان کے مساوی ضرور ہوں۔ اور عالمِ اسلام اس کے لئے اپنی پوری قوت استعمال کرے۔

نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ کہ جتنی طاقت ہو اتنی نماز پڑھو یا روزے رکھو، حج کرو یا زکوٰۃ دو۔ سو رکعات نماز پڑھنے کی طاقت ہو۔ تب بھی پانچ وقت میں اللہ تعالیٰ نے سترہ رکعات نماز فرض قرار دیں۔ سال بھر میں روزہ صرف ایک مہینہ اور زکوٰۃ ڈھائی فیصد اور عمر بھر میں ایک مرتبہ حج فرض کیا۔ بقدرِ طاقت فرض نہیں کیا۔ لیکن سامانِ جنگ اور اسباب ترقی دنیوی کے متعلق فرضیت کا جو حکم دیا گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے استطاعت کا لفظ استعمال فرمایا جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر مسلم قوم یا حکومت دس لاکھ ہوائی جہاز یا ایٹم بم یا دوسرا اسلحہ بنانے کی طاقت رکھتے ہوئے اس میں کمی کریں تو حکمِ الٰہی کی ترک کی وجہ سے سب گنہگار اور مجرم قرار پائیں گے۔ یورپ کے پاس دو چیزیں ہیں۔ ایک اسلامی یعنی اسباب ترقی مادی اور دوسری یورپی تہذیب پہلی چیز صنعت کاری ہے دوسری گنہگاری۔ ہم نے اپنی حماقت کا ثبوت دیکر دوسری چیز کو اختیار کیا۔ صنعتکاری (جو درحقیقت ہماری ہی چیز ہے) میں تو ان کی پیروی نہیں کی مگر دوسری چیز یعنی شیطانی تہذیب کو ہم نے اپنے سر آنکھوں پر رکھ لیا ــــــ